مالک بن نویرہ کا واقعہ

اور

حضرت خالد بن الولید

از

(سعید احمد)

یہ مضمون بھی اڈیٹر برہان کی جدید تالیف کا جس کا ذکر پہلے آچکا ہے ایک ٹکڑہ ہے۔ لیکن موضوع بحث کی اہمیت کے پیش نظر اس حصہ کو مستقل مقالہ کی شکل میں الگ مرتب کیا گیا ہے۔ جو ترتیب اور زبان و بیان کے اعتبار سے کتاب سے بالکل مختلف ہے۔ اس میں بعض معلومات ایسے ہیں جو کتاب میں نہیں ہیں۔ اور کتاب میں بعض معلومات اور حوالے وہ ہیں جو اس میں نہیں ہیں اس لئے اس کی حیثیت ایک مستقل مقالہ کی ہے۔

(برہان)

حضرت ابو بکر صدیق نے مرتد اور باغی قبائل کی سرکوبی کرنے کے لئے جو گیارہ لشکر مختلف اطراف میں روانہ کئے تھے ان میں ایک لشکر حضرت خالد بن الولید کے ماتحت تھا حضرت خالد پہلے بزاخہ آئے اور وہاں سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے مقام بطاح کا رخ کیا۔ یہاں پہنچ کر آپ نے دیکھا کہ مطلع صاف ہے تو اب آپ نے مختلف سمتوں میں مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے دستے (سریات) اس غرض سے روانہ کئے کہ قبیلوں میں جو سرکش اور باغی ہوں ان کی سرکوبی کریں قبیلہ بنو تمیم کی شاخ بنو یربوع کا سردار مالک بن نویرہ ایک شخص تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل مسلمان ہو گیا تھا اور آپ کی طرف سے چند در عمال صدقات کے

ساتھ یہ بھی بنو تمیم کے صدقات زکوٰۃ وصول کرنے پر متعین تھا۔ لیکن جب اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی اطلاع ملی تو یہ مرتد ہو گیا اور جو زکوٰۃ و صدقات اس نے جمع کئے تھے ان کو مدینہ بھیجنے کے بجائے قبائل میں تقسیم کر دیا۔

حضرت خالد کا ایک دستہ واپس آیا تو مالک بن نویرہ اور اس کے ساتھ چند اور لوگوں کو گرفتار کر تا لایا۔ حضرت خالد کے سامنے یہ لوگ پیش ہوئے تو ارکان دستہ میں سے حضرت ابو قتادہ انصاری اور چند اور لوگوں نے شہادت دی کہ مالک بن نویرہ ارتداد سے تائب اور مسلمان ہو گیا تھا۔ لیکن حضرت خالد نے اس کی پروا نہیں کی اور مالک بن نویرہ کو مع اُس کے ساتھیوں کے قتل کر دیا اور پھر اسی دن مالک بن نویرہ کی بیوی ام تمیم سے جو بڑی حسین تھی نکاح کر لیا۔ ابو قتادہ انصاری اس پر سخت برہم ہوئے اور حضرت خالد سے بڑی تیز کلامی کی۔ انھوں نے صرف اس پر ہی قناعت نہیں کی۔ بلکہ مدینہ پہنچ کر خلیفۂ رسول سے حضرت خالد کی شکایت کی اور پورا واقعہ کہہ سنایا۔ خلیفۂ رسول نے جب اس پر کوئی توجہ نہیں کی تو ابو قتادہ فاروق اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر کو یہ پوری داستان سن کر بے حد غصہ آیا۔ صدیق اکبر کی خدمت میں حاضر ہو کر مطالبہ کیا کہ حضرت خالد کو فوراً معزول کیا جائے اور چونکہ ایک مسلمان کو عمداً قتل کیا ہے اور اُس کی بیوی سے عدت گذرنے سے پہلے ہی نکاح بھی کر لیا ہے جو باطل ہے اس لئے اُن کو قتل یا رجم کیا جائے۔ حضرت ابو بکر فرماتے رہے کہ خالد سے سمجھنے میں غلطی ہو گئی اس لئے ان کو معذور سمجھنا چاہیئے۔ اور رہا معزول کرنا! تو آپ نے فرمایا "جس تلوار کو اللہ نے اپنے دشمنوں پر بے نیام کر دیا ہے (اشارہ ہے حضرت خالد کے لقب سیف اللہ کی طرف) میں اُس کو نیام میں واپس نہیں کروں گا۔" حضرت عمر نے ایک نہ سنی وہ اپنی بات پر برابر اصرار کرتے ہی رہے۔ آخر حضرت ابو بکر نے حضرت خالد کو مدینہ بلایا اُن سے گفتگو کی جس میں حضرت خالد نے عذر خواہی کی۔ صدیق اکبر نے اُن کا عذر قبول کیا اور انھیں پھر اسی عہدہ پر محاذ جنگ پر بھیج دیا اور ساتھ ہی مالک بن نویرہ کا خون بہا اُس کے

بھائی متمم بن نویرہ کو بیت المال سے ادا کیا

یہ واقعہ کا اصل متن ہے جس پر واقدی - حافظ ابن حجر - طبری - ابن اثیر - یعقوبی - ابن خلکان - اور ابن شاکر ان سب کا اتفاق ہے - کتاب الاغانی - طبقات الشعرا - اور خزانۃ الادب وغیرہا ادبی کتابوں میں واقعہ پر جو افسانہ کا رنگ چڑھایا گیا ہے اور یہاں تک لکھ دیا گیا ہے کہ حضرت خالد ام تمیم سے دیرینہ محبت رکھتے تھے (وھوا ھا فی الجاھلیۃ) وہ اس پر مستزاد ہے - ہم اس افسانوی حصہ کو نظر انداز کر سکتے ہیں - لیکن جہاں تک واقعہ کے اصل متن کا تعلق ہے اور جس پر محدثین سے لے کر مورخین تک سب کا اتفاق ہے اس کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا -

اب سوالاتِ ذیل پیدا ہوتے ہیں -

(۱) اگر مالک بن نویرہ مسلمان تھا جیسا کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے تو حضرت خالد نے اس کو قتل عمداً کیا یا خطاءً -

(۲) اگر عمداً کیا تو اُن سے قصاص لینا چاہئے تھا - پھر دیت دینے کا کیا موقع تھا اور وہ بھی بیت المال سے -

(۳) اور اگر قتل خطا تھا تو اول تو یہ احتمال اس لئے بعید ہے کہ حضرت خالد سے اسی طرح کا ایک واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بنو جذیمہ کے ساتھ پیش آچکا تھا جس کا ملال حضور کو اس درجہ ہوا تھا کہ آپ نے اس واقعہ کی خبر ملتے ہی بارگاہِ ایزدی میں ہاتھ اٹھا کر دو مرتبہ فرمایا

اللھم انی ابرء الیک مما صنع خالدٌ	اے خدا! جو کچھ خالد نے کیا ہے میں اس سے بری ہوں -

حضرت خالد ایسے صحابی سے بہت مستبعد ہے کہ دو تین سال کے اندر ہی اندر دو مرتبہ ایک ہی قسم کی غلطی کا اور وہ بھی اتنی شدید ارتکاب کریں اور اچھا یہ اگر مان بھی لیا جائے کہ مالک بن نویرہ کا قتل غلط فہمی کی بنا پر ہوا تو پھر آخر اس کی کیا تاویل ہوگی کہ حضرت خالد نے ام تمیم سے اُس

کی عدت، کے گذرنے سے پہلے ہی نکاح کر لیا اور جب اُن کو اپنی غلطی معلوم ہوگئی اس وقت بھی طلاق نہیں دی اور نہ اس کو الگ کیا۔

(۴) حضرت ابوبکرؓ جو شریعت اور اقامت حدود کے معاملہ میں بہت سخت تھے اس واقعہ میں انھوں نے کیوں حضرت خالدؓ کے ساتھ چشم پوشی اور اغماض کا برتاؤ درست رکھا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ عام روایت کے مطابق اس درجہ سنگین اور پیچیدہ ہے کہ مورخین اُس میں الجھ کر رہ گئے ہیں اور مذکورۂ بالا سوالات کا جواب نہیں دے سکے ہیں مصر کے مورخین حال شیخ محمد خضری بک[۱] محمد حسین ہیکل[۲] رفیق بک العظیم[۳] ان سب نے حضرت خالدؓ کی طرف سے عذر خواہی کی ہے لیکن اس طرح کہ تاریخ کے ایک طالب علم کی نظر میں اُس کی کوئی وقعت نہیں ہو سکتی۔ ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن[۴] اس واقعہ کا نہایت سرسری طور پر ذکر کر کے اس طرح آگے بڑھ گئے ہیں کہ گویا اس میں کوئی عجوبہ بات ہی نہیں ہے۔ اردو زبان میں دار المصنفین اعظم گڈھ نے خلفائے راشدین۔ تاریخ اسلام حصہ اول اور سیر الصحابہ تین ایسی کتابیں شائع کی ہیں جن میں اس واقعہ پر بحث ہونی چاہیئے تھی لیکن اُن کو اس کے ذکر تک کی جرأت نہیں ہو سکی اور وہ اسے صاف اُڑا گئے البتہ مکتبۂ برہان دہلی کی طرف سے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی سابق مہتمم دار العلوم دیوبند کی جو کتاب اشاعت اسلام کے نام سے شائع ہوئی ہے اُس میں تین چار جگہوں پر اس کا ذکر کیا گیا ہے مولانا مرحوم نہایت ذکی و ذہین اور بڑے فاضل بزرگ تھے۔ چنانچہ اس کتاب کو انھوں نے صرف واقعات کی کھتونی نہیں بنایا۔ بلکہ اہم واقعات کے اسباب و علل اور ان کے باہمی ربط پر فاضلانہ گفتگو بھی کی ہے اور طریق بحث و استدلال بڑی حد تک منطقیانہ ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ واقعہ زیر بحث پر گفتگو کرتے وقت مولانا مرحوم نے بھی عام روایت کی پیروی کی ہے اور پھر اس پر جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ اُن کا وہ کوئی جواب نہیں دے سکے ہیں۔

---

[۱] تاریخ الامم الاسلامیہ جلد اول ص۱۷۷ [۲] الصدیق ابوبکر ص ۱۵۷، ۱۵۸ [۳] اشہر مشاہیر الاسلام ج۱ ص ۱۵۳، ۱۵۴ [۴] تاریخ الاسلام السیاسی ج۱ ص ۱۹۰۔

چنانچہ مالک بن نویرہ کی ارتداد پر پشیمانی اور ندامت کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں "مالک بن نویرہ بے شبہ مسلمان ہو چکے تھے"[1] اب اس پر اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ حضرت خالد قتلِ مسلم کے مرتکب ہوئے تو مولانا جواب دیتے ہیں "مگر غلط فہمی سے مقتول ہوئے"، لیکن جیسا کہ ہم شروع میں لکھ چکے ہیں اس کو محض غلط فہمی کہہ دینے سے کام نہیں چلتا۔ کیوں کہ اس سے ایک طرف تو حضرت خالد کی پوزیشن صاف نہیں ہوتی اور دوسری جانب ام تمیم کے ساتھ حضرت خالد کے نکاح کا جواز ثابت نہیں ہوتا؛ چنانچہ جہاں تک امرِ اول کا تعلق ہے مولانا مرحوم کو حضرت خالد کی نسبت یہ الفاظ لکھنے پڑے ہیں۔

"تاہم ان سے (حضرت خالد سے) بعض ایسے امور بھی صادر ہوئے جو خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشائے مبارک کے خلاف اور مصلحتِ اسلام کے منافی تھے"[2]

"یہ واقعہ بھی انھیں امور میں داخل ہو سکتا ہے جو حضرت خالد بمقتضائے مصلحتِ وقت بلا اجازت و استفسار اپنی رائے سے کر بیٹھتے تھے"[3]

غور کرو حضرت خالد جس مرتبہ و عظمت کے صحابی ہیں اُس کے پیشِ نظر مذکورہ بالا اقتباسات کے کیا معنی ہیں؟۔

رہا امرِ ثانی یعنی ام تمیم سے نکاح! تو مولانا اس کا کیا جواب دیتے ہیں کہ "قتل ہونے کے بعد ہر مسلمان کو جائز تھا کہ مقتول کی زوجہ سے عقد نکاح کرے"[4] لیکن مولانا نے یہ نہیں بتایا کہ کیا مقتول کی زوجہ سے قبل انقضائے عدت بھی نکاح جائز ہے؟ واقعہ زیر بحث میں حضرت عمر کو جو شدید غصہ تھا اور جس کی وجہ سے انھوں نے حضرت ابو بکر سے خالد بن الولید کو رجم کرنے کا مطالبہ کیا تھا اُس کی بُنیاد بھی "جائز نکاح" تھا۔

علاوہ بریں اس واقعہ کا یہ ایک پہلو نہایت اہم اور لائقِ توجہ ہے کہ اگر مالک بن نویرہ کو مسلمان

---

[1] اشاعت اسلام ص ۶۸ [2] اشاعت اسلام ص ۴۴۳ [3] اشاعت اسلام ص ۲۴۵
[4] اشاعت اسلام ص۲۴۶۔

مان لیا جائے تو حضرت عمرؓ کا غصہ ہونا۔ حضرت خالدؓ کو برا بھلا کہنا یہ سب درست اور بجا قرار پاتا ہے لیکن ساتھ ہی خلیفۂ رسول حضرت ابو بکرؓ کی معاملاتِ شرعیت میں غیر جانب داری مجروح ہو جاتی ہے افسوس ہے کہ ہمارے عام مورخین کی نظر سے واقعہ کا یہ پہلو اوجھل ہو گیا ہے اور وہ اس پر سے اس طرح گذر گئے ہیں کہ گویا کوئی انہونی بات ہوئی ہی نہیں ہے۔

اس لئے سخت ضرورت ہے کہ اس واقعہ پر تحقیق و تنقید کے اصول کی روشنی میں مفصل کلام کر کے اس کی اصل حقیقت معلوم کی جائے اس سلسلہ میں ہم کو امورِ ذیل پر غور کرنا ہوگا۔

(۱) مالک بن نویرہ کے حالات تاریخی ترتیب کے ساتھ!

(۲) مالک بن نویرہ کے واقعہ قتل کی اصل صورت۔

(۳) حضرت ابو بکرؓ کی طرف سے حضرت خالدؓ کے اختیارات اور ان کو ضروری ہدایات۔

(۴) مالک بن نویرہ کے اسلام کی شہادت اور اس کی حقیقت۔

(۵) اُم تمیم کے ساتھ حضرت خالدؓ کے نکاح کی اصل حقیقت۔

(۶) حضرت ابو بکرؓ کا عمل اور اس کے وجوہ!

(۷) حضرت عمر فاروقؓ کا غصہ اور اس کے وجوہ۔

اب ہم تنقیحاتِ بالا میں سے ہر ایک پر الگ الگ گفتگو کرتے ہیں۔

مالک بن نُوَیرہ کے حالات | مالک بن نویرہ بنو تمیم کی شاخ بنو یربوع کا سردار تھا۔ شہسواری، فیاضی اور بہادری میں بڑا نامور تھا۔ عربی زبان میں ماءٌ ولا کصدّاءٍ اور مرعیً ولا کالسعدان کی طرح جو فتیً ولا کمالکٍ بہ طور ضرب المثل بولا جاتا ہے تو اس میں مالک سے مراد یہی مالک بن نویرہ ہے[1] اس کی کنیت ابو حنظلہ تھی اور اپنے بھائی متمم کی طرح خود بھی شاعر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل مسلمان ہوا تھا اور آپ نے اس کو اپنی طرف سے خود اس کے قبیلہ کے لوگوں سے صدقات کے وصول کرنے پر عامل مقرر فرمایا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ

---

[1] کامل مبرد ج ا ص ۶

علیہ وسلم کی وفات کی خبر بنو تمیم میں پہنچی تو جو لوگ یہاں عُمّال صدقات تھے اُن میں بعض تو بدستور اسلام پر قائم رہے اور انھوں نے جو صدقات جمع کر رکھے تھے وہ مدینہ بھیج دئے بعض عامل متردد تھے کہ کیا کریں لیکن مالک بن نویرہ کھلم کھلا مخالف اور مرتد ہو گیا اور اس نے جمع کردہ صدقات مدینہ بھیجنے کے بجائے خود قوم میں تقسیم کر دیئے اور یہ شعر پڑھے۔

فقلت خذوا اموالکم غیر خائف　　ولا ناظر فیما یجیئُ من الغد

فان قام بالدین المخوف قائم　　اطعنا وقلنا الدین دینُ محمدٍ[1]

ترجمہ:- میں نے کہا کہ بغیر خوف کے اپنے اپنے مال لے لو اور یہ مت دیکھو کہ کل کیا ہوگا پھر اگر خوفناک دین (اسلام) کو کوئی قائم کرے تو ہم اس کی اطاعت کر لیں گے اور کہہ دیں گے کہ دین تو محمد کا دین ہی ہے۔

یہ مالک بن نویرہ کے ارتداد و بغاوت کا پہلا قدم ہے۔ اب اس کے بعد سے لے کر قتل ہونے تک اس کے حالات کیا رہے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے

(۱) مالک بن نویرہ نے صرف یہی نہیں کیا کہ زکوٰۃ روک لی بلکہ جب سجاح بنت الحارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبرِ وفات سن کر ایک لشکر کثیر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے جزیرہ (عراق) سے روانہ ہو کر بنو تمیم میں پہنچی تو مالک بن نویرہ نے اس کے ساتھ ساز باز کر لی اور اس جھوٹی مدعیہ نبوت کا دست راست ہو گیا۔

فلما انتھت الی الحزن راسلت مالک بن نویرۃ ودعتہ الی الموادعۃ فاجابھا[2]

سجاح مقام حزن تک پہنچی تو اس نے مالک بن نویرہ سے خط و کتابت کی اور اس کو رفاقتِ کار کی دعوت دی، مالک نے اُس دعوت پر لبیک کہا۔

---

[1] الاصابج ۳ ص ۳۳۶ ذکر مالک بن نویرہ دوسرے مصرعہ میں اصل کتاب میں "المعوق" چھپا ہوا ہے لیکن یہ غلط ہے صحیح "المخوف" ہے [2] ابن جریر طبری ج ۲ ص ۴۹۶ مطبوعہ الاستقامہ قاہرہ ۱۹۳۹ء [3] طبری ج ۲ ص ۴۹۶۔

(۲) سجاح مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھنا چاہتی تھی لیکن مالک بن نویرہ نے کہا کہ بنو تمیم میں جو لوگ مسلمان ہیں پہلے ان کی سرکوبی کرنی چاہیئے۔ چنانچہ سجاح نے یہی کیا اور مالک بن نویرہ نے اس کی ہر طرح کی مدد کی[1] سجاح کے ہاتھوں ان قبائل پر جو تباہی اور بربادی آئی چونکہ خود اس میں مالک بن نویرہ کا بھی دخل تھا اس بناء پر خود اس کے قبیلۂ بنو یربوع کے لوگ اس سے نفرت کرنے لگے۔ ابن اثیر کا بیان ہے۔

وکرھوا ما صنع مالک بن نویرۃ[2] — اور مالک بن نویرہ نے جو کچھ کیا تھا یہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے۔

جن لوگوں نے مدینہ سے اپنا رشتہ مالک بن نویرہ جیسے آدمیوں کے بھڑکانے سے منقطع کر لیا تھا اب ان کی بھی آنکھ کھلی اور وہ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے[3]

(۳) سجاح کے عراق لوٹ جانے کے بعد زبرقان۔ وکیع بن مالک اور سماعہ جو مالک بن نویرہ کے ساتھ اسلام سے باغی اور مرتد ہو گئے تھے ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ چنانچہ حضرت خالد بطاح پہنچے تو ان لوگوں نے آپ کا استقبال کیا اور اپنے جمع کئے ہوئے صدقات آپ کے حوالہ کر دیئے لیکن مالک بن نویرہ کو اب بھی ہوش نہیں آیا وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر اپنے قبیلہ میں گھس گیا[4]

ایک مغالطہ اس موقع پر مورخین عام طور پر کہتے ہیں کہ مالک بن نویرہ اپنے کئے پر نادم ہو گیا تھا اور متردد[5] تھا۔ لیکن یہاں ان کو مغالطہ ہو گیا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ مالک نادم اور متحیر و متردد تھا؟ لیکن کس بات پر؟ اپنے ارتداد اور حضرت ابو بکر صدیق خلیفۂ رسول سے بغاوت پر یا سجاح کے ساتھ مل کر بنو تمیم کو پامال کرنے پر؟ اگر پہلی صورت تھی تو اس کے لئے مانع کون سی چیز تھی؟ جب وکیع بن مالک، سماعہ اور امرائے بنو تمیم جن کی نسبت حافظ عماد الدین ابن کثیر لکھتے ہیں۔

---

[1] طبری ج ۲ ص ۴۹۶ [2] تاریخ الکامل ج ۲ ص ۲۷۰ مطبوعہ لیڈن [3] ایضاً [4] ایضاً
[5] البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۲ وکامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۷۰ [6] البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۲۔

فاستقبله امراء بنی تمیم بالسمع والطاعة [۱]	بنو تمیم کے امرا نے حضرت خالد کا بطاح میں خیر مقدم کیا اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری کا عہد کیا۔

ان سب نے حضرت خالد کے سامنے اپنے اسلام کی تجدید کرلی تھی تو مالک بن نویرہ بھی یہی کرسکتا تھا لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا اور قبیلہ میں جا بیٹھا اصل یہ ہے کہ سجاح کی اعانت وامداد اور اس کے ذریعہ سے بنو تمیم پر جو سخت بربادی آئی تھی اور اس کی وجہ سے خود مالک کے قبیلہ کے لوگ اس کو بُرا سمجھنے لگے تھے ایک طرف خود اس کے قبیلہ میں اس کی بدنامی اور رسوائی کا یہ عالم تھا اور دوسری طرف وہ دیکھ رہا تھا کہ خالد بن الولید کی فوج برق وباراں کی طرح عداوت ومخالفت کے مراکز کو پامال کرتی چلی آرہی ہے [۲] اور سجاح اپنی فوج کے ساتھ جزیرہ واپس جا ہی چکی ہے۔ ان سب باتوں کا مجموعی اثر یہ تھا کہ وہ نادم اور پشیمان تھا اور اب اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے اسی طرح مالک بن نویرہ نے سجاح کو مدینہ پر حملہ نہ کرنے کا جو مشورہ دیا ہے اس سے بھی مورخین کو مغالطہ ہوا ہے۔ اس کا یہ مشورہ مدینہ یا اسلام کی خیرخواہی پر ہرگز مبنی نہیں تھا۔ بلکہ صرف اس لئے تھا کہ اُس کی قوم اُس سے اور سجاح سے دونوں سے سخت ناراض تھی اور وہ ہرگز سجاح کو اپنی آزادی وخودمختاری کے سلب ہوجانے کے ڈر سے مدینہ جانے کے لئے راستہ دینے پر رضامند نہیں تھی [۳]

لیکن جیسا کہ ابھی معلوم ہوگا۔ اگرچہ اس وقت مالک بن نویرہ پر زمین اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ ہورہی تھی اور وہ تنہائی محسوس کرنے لگا تھا۔ لیکن جہاں تک تجدید اسلام اور توبہ عن الارتداد کا تعلق ہے وہ اب بھی اپنی ضد پر قائم تھا۔ چنانچہ وہ گرفتار کرکے لایا جاتا ہے۔ اب اس کے بعد اُس کا واقعۂ قتل کس طرح پیش آیا؟ اور اس کی اصل صورت کیا تھی؟ ہمیں اس

---

[۱] البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۲ [۲] مالک بن نویرہ نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے اسلامی فوج کی فتوحات کا جو ذکر کیا ہے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی کو دوسرے لوگوں کی طرح اس سے بھی مغالطہ ہوگیا ہے (اشاعت اسلام ص ۶۷) کہ وہ اس کو اُس کا میلان الی الاسلام سمجھ گئے ہیں۔ ورنہ درحقیقت یہ الفاظ صرف اُس کے اپنے اسلام دشمن منصوبوں کی ناکامی کے غماز ہیں نہ کہ اسلام کی سچائی کے قائل ہونے کے جیسا کہ آگے چل کر واضح ہوگا۔ [۳] طبری ج ۲ ص ۴۹۸۔

پر غور کرنا چاہئے۔

واقعۂ قتل کیوں کر پیش آیا | اس سلسلہ میں متعدد روایات ہیں جو ترتیب وار حسبِ ذیل ہیں۔

(۱) طبری۔ ابن اثیر۔ حافظ ابن حجر اور حافظ عماد الدین ابن کثیر نے جو عام روایت نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت خالد کا سریہ جب مالک بن نویرہ اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے لایا اور حضرت خالد کے سامنے پیش کیا تو خود ارکانِ سریہ میں اختلاف ہو گیا ایک گروہ تو اس کا قائل تھا کہ یہ قیدی مرتد ہیں لیکن چند دوسرے لوگوں نے جن میں ابو قتادہ انصاری بھی تھے یہ شہادت دی کہ یہ لوگ مسلمان ہو گئے تھے اور انھوں نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ حضرت خالد نے اختلاف کی صورت یہ دیکھ کر قیدیوں کو ایک جگہ بند کر کے رکھنے کا حکم دیا کہ دوسرے دن فیصلہ کریں گے۔ اتفاق سے اس شب میں سردی غیر معمولی تھی اس لئے آپ نے قیدیوں کے پہرہ داروں کو حکم دیا کہ "ادفئوا اسراکم" اس فقرہ سے آپ کی مراد یہ تھی کہ سردی سے حفاظت کی غرض سے قیدیوں کو کچھ اڑھا دو۔ لیکن چونکہ بنو کنانہ کی بول چال میں "ادفاء" قتل سے کنایہ ہوتا ہے اس لئے پہرہ داروں نے قیدیوں کا کام تمام کر دیا۔ اب شور و غل کی آواز بلند ہوئی تو حضرت خالد نے خیمہ سے باہر نکل کر پوچھا "کیا بات ہے؟" اور جب آپ کو معلوم ہوا کہ ایک غلط فہمی کی بناء پر قیدی قتل کر دیئے گئے ہیں تو آپ نے فرمایا "جو اللہ کا حکم ہوتا ہے وہ بہر حال ہو کر رہتا ہے"[۱]

(۲) طبری کی ہی ایک اور روایت یہ ہے کہ حضرت خالد نے یہ معلوم کرنے کی غرض سے کہ مالک بن نویرہ نے ارتداد سے توبہ کی ہے یا نہیں اور اُس کی نسبت کون سی شہادت لائقِ اعتبار ہے۔ خود مالک بن نویرہ کو بلایا اور گفتگو کی اثنائے گفتگو میں مالک نے ایک مرتبہ کہا "میرا خیال تو یہی ہے کہ تمہارے صاحب (آقا۔ دوست۔ ساتھی) جنہیں وہ یہاں کہتے تھے" تمہارے صاحب (صاحبکم) کے لفظ سے مالک بن نویرہ کی مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی حضرت خالد نے پلٹ کر کہا "کیوں! کیا وہ تیرے صاحب نہیں تھے"؟ یہ کہا اور زلولو

---

[۱] طبری ج ۲ ص ۵۰۲

سے گردن اُڑا دی[1]

(۳) تیسری روایت یعقوبی کی ہے اور وہ یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت خالد کو حکم دیا کہ بطاح میں مالک بن نویرہ ہے اس کا رُخ کریں۔ خالد جب یہاں پہنچے تو مالک بن نویرہ کو طلب کیا۔ یہ آیا تو اس کی بیوی ہمراہ تھی۔ خالد بولے

واللہ لانلت مافی مثابتک حتی اقتلک[2]	بخدا جو کچھ تیرا ٹھکانا ہے تو اُس کو اس وقت تک نہیں پائے گا جب تک میں تجھ کو قتل نہیں کر دوں گا۔

اس کے بعد دونوں میں مناظرہ[3] ہوا۔ اور آخر حضرت خالد نے مالک بن نویرہ کی گردن اُڑا دی۔

(۴) چوتھی روایت جو ابن خلکان نے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ مالک بن نویرہ نے اپنی قوم سے زکوٰۃ وصول کر کے اس میں تصرف کر لیا تھا۔ حضرت خالد نے مالک بن نویرہ کو بلا کر اس سے باز پرس کی تو اس نے کہا "میں نماز پڑھتا ہوں لیکن زکوٰۃ کا قائل نہیں ہوں" حضرت خالد نے فرمایا "کیا تو نہیں جانتا کہ نماز اور زکوٰۃ دونوں ہی ایک ساتھ اللہ کا فرض ہیں ایک کا اعتبار بغیر دوسرے کے نہیں ہے" اس کے جواب میں مالک بولا "لیکن تمہارے صاحب تو جنیں وچناں کہا کرتے تھے" حضرت خالد نے پلٹ کر کہا "کیا تو ان کو (آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو) اپنا صاحب نہیں سمجھتا" اس پر دونوں میں تیز کلامی ہوئی، مالک بار بار وہی ایک بات کہے جاتا تھا اور حضرت خالد بھی اس کے جواب میں وہی ایک فقرہ دہرائے جاتے تھے۔ آخر حضرت خالد نے اس کی گردن اڑا دی[4]

---

[1] طبری ج ۲ ص ۵۰۳ [2] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۸ [3] اصل کتاب میں فنظر چھپا ہوا ہے لیکن ہمارے نزدیک یہ طباعت کی غلطی ہے اصل فتناظر ہو گا جس کی تائید طبری وغیرہ کی دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے [4] ابن خلکان ج ۵ ص ۶۶ طبع جدید مصر۔

تنقید روایات | مذکورۂ بالا روایات میں سب سے زیادہ عام اور مشہور روایت پہلی ہے۔ چنانچہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی نے بھی اسی کو اختیار کیا اور اسی کو مدارِ بحث بنایا ہے[1] اور غالباً اس روایت کی طرف عام رجحان کا سبب یہ ہے کہ اس روایت کے مطابق مالک بن نویرہ کے قتل کی ذمہ داری زیادہ تر قیدیوں کے سر جا پڑتی ہے اور حضرت خالد کی طرف سے عذر خواہی کرنے کا ایک وسیلہ ہاتھ آجاتا ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ یہ روایت حسب ذیل وجوہ کی بنا پر لائق اعتبار نہیں ہے۔

(الف) اگر سچ مچ بات یہ ہی تھی کہ حضرت خالد نے حکم کچھ اور دیا تھا اور پہرہ داروں نے اس کا کچھ اور مفہوم لے کر قیدیوں کو قتل کر دیا تو سوال یہ ہے کہ یہ تو ایک بالکل کھلی اور واضح بات تھی۔ پھر اس پر اس قدر ہنگامہ کیوں ہوا اور فاروق اعظم نے حضرت خالد پر قتلِ عمد کا الزام کیوں کر لگایا۔

(ب) اگر یہ صرف غلط فہمی تھی تو پھر اس سے ام تمیم کے ساتھ قبل از انقضائے عدت نکاح کا جواز کیوں کر ثابت ہوگا۔

(ج) ادفاء عربی زبان کا مشہور لفظ ہے۔ قرآن مجید اور حدیث دونوں میں گرم کرنے کے معنی میں مستعمل ہوا ہے پھر پہرہ داروں کا ذہن اس طرف کیوں کر منتقل ہوا کہ اس موقع پر حضرت خالد کی مراد عام۔ متداول اور مروج معنی کے برخلاف قتل کر دینا تھا۔ کہتے ہیں کہ بنو کنانہ کی زبان میں اس لفظ کے معنی قتل کر دینا ہیں۔ لیکن ضرار بن الازور جنہوں نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا ہے وہ تو بنو کنانہ میں سے نہیں بلکہ بنو اسد میں سے تھے[2] اور چونکہ اس قبیلہ کے تعلقات بنو ہاشم کے ساتھ عزیزانہ اور قرابت دارانہ تھے چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی زاد بہن اور زوجۂ مطہرہ حضرت زینب بنت جحش بھی اسی قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں اس بنا پر بنو اسد کی زبان وہی تھی جو قریش کی تھی پھر حضرت خالد کی مراد سمجھنے میں ضرار بن الازور کو مغالطہ کیوں کر ہوا۔

(د) اگر یہ سب کچھ حضرت خالد کی مراد اور منشا کے خلاف ہوا تھا تو ان جیسے سخت اور

---

[1] اشاعت اسلام ص ۳۲۲ [2] العقد الفرید لابن عبد ربہ ج ۴ ص ۲۹۰

تشدد لپسند شخص کو پہرہ داروں پر کم از کم عتاب اور غصہ کا اظہار تو کرنا چاہیے تھا۔ لیکن یہاں کوئی عتاب نہیں۔ کوئی ناراضگی نہیں۔ اسے صرف اللہ کا حکم کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔

(۸) بنو جذیمہ کے واقعہ میں حضرت خالد سے ایک غلط فہمی کا صدور ہو ہی چکا تھا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملال ہوا تھا تو کیا حضرت خالد ایسے جلیل القدر صحابی کی شان کے خلاف یہ بات نہیں ہے کہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد ان سے پھر اسی نوع کی غلطی کا صدور ہو۔

ظاہر ہے ان وجوہ بالا کی بنا پر ادعاء والی روایت ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ اس کو قبول کیا جائے اور اس پر بحث و گفتگو کی بُنیاد رکھی جائے۔

اب رہی باقی تین روایتیں اُن کو یکجائی طور پر سامنے رکھ کر غور کیجئے تو صاف معلوم ہو گا کہ اصل روایت وہی ہے جو ابن خلکان نے نقل کی ہے۔ باقی دونوں روایتوں میں اسی ایک روایت کے ٹکڑے لے لئے گئے ہیں علاوہ بریں یہ روایت اس لئے بھی اہم ہے کہ ابن خلکان نے اس کو وثیمہ بن الوشاء المتوفی ۲۳۷ھ کی کتاب الردہ سے نقل کیا ہے۔ ابو زید وثیمہ بن الوشاء تیسری صدی کے جلیل القدر مورخ ہیں ان کی کتاب آج کل اگرچہ نایید ہے مگر یہ کس پایہ کی کتاب تھی اُس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں کثرت سے اس کے اقتباسات نقل کئے ہیں۔ انھیں اقتباسات کو یکجا مرتب کر کے ایک جرمن فاضل نے کتاب الردہ لوثیمہ کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ ابن شاکر اس کتاب کی نسبت فرماتے ہیں۔

کتاب جید مشتمل علی فوائد کثیرۃ[1] بہت عمدہ کتاب ہے جو فوائد کثیرہ پر مشتمل ہے

اس روایت سے یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ مالک بن نویرہ اگرچہ نماز کا قائل تھا لیکن وہ منکرِ زکوٰۃ تھا اور حضرت خالد کی بار بار تنبیہ کے باوجود اُس نے زکوٰۃ کی فرضیت کا اقرار نہیں کیا اور یہ معلوم ہی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کا اولاً اور تمام صحابہ کا ثانیاً مانعینِ زکوٰۃ کے بارے میں کیا فیصلہ تھا؟ اس سلسلہ میں خاص حضرت خالد کے نام حضرت ابو بکر کے احکام و ہدایات کیا تھے

---

[1] فوات الوفیات ج ۲ ص ۶۲۵ تذکرہ ابو زید وثیمہ۔

اب انھیں بھی معلوم کر لینا چاہیئے تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ حضرت خالد نے مالک کو قتل کر کے احکام خلافت کی خلاف ورزی کی یا ٹھیک ان کے مطابق عمل کیا۔

حضرت خالد کو حضرت ابوبکر کے احکام و ہدایات: خلیفۂ رسول نے حضرت خالد کو صاف اور صریح لفظوں میں یہ حکم دیا تھا کہ:

"جب تم کسی جگہ پڑاؤ ڈالو تو وہاں اذان دو اور اقامت کہو اگر اس کے جواب میں وہاں کے لوگ بھی اذان دیں اور نماز قائم کرلیں تو تم ان سے اپنے ہاتھ روکو لیکن اس کے بعد تم ان سے پوچھو کہ تم لوگ زکوٰۃ بھی ادا کرو گے یا نہیں اگر وہ ہاں کرلیں تو تم اس کو قبول کرو اور ان سے کوئی تعرض نہ کرو۔ لیکن اگر وہ ادائے زکوٰۃ سے انکاری ہوں تو پھر ان پر دھاوا بول دو اور مزید کوئی بات نہ کرو۔"[1]

حضرت خالد نے مقام بزاخہ میں بعض باغی و مرتد لوگوں کو نہایت سخت سزائیں دی تھیں یہاں تک کہ بعض مسلمانوں کو اس پر ناگواری ہوئی تو حضرت خالد نے جو کچھ کیا تھا خود اس کی اطلاع بارگاہِ خلافت میں کی۔ اس کے جواب میں خلیفۂ رسول نے جو کچھ لکھا۔ اس سے اندازہ ہوگا کہ حضرت خالد کے حدود و اختیارات کس قدر وسیع تھے۔ صدیق اکبر لکھتے ہیں:-

جدّ فی امر اللہ ولا تنین ولا تظفرن باحد قتل المسلمین الا قتلتہ ونکلت بہ غیرہ ومن احببت ممن حاد اللہ او ضادہ ممن تری ان فی ذالک صلاحاً فاقتلہ[2]	اللہ کے کاموں میں پوری کوشش کرو اور سستی نہ دکھاؤ جن لوگوں نے مسلمانوں کو قتل کیا ہے ان میں سے کوئی شخص اگر تمہارے ہاتھ لگ جائے تو تم اس کو قتل کر دو اور دوسروں کے لئے اس کو عبرت بناؤ۔ ان کے علاوہ جن لوگوں نے اللہ سے مخالفت اور بغاوت کی ہے ان میں سے اگر کسی کے قتل کرنے کو تم مناسب اور مفید سمجھو تو اس کو بھی قتل کر دو۔

---

[1] طبری ج ۲ ص ۵۰۲ [2] طبری ج ۲ ص ۴۹۱

اب غور کرو مالک بن نویرہ مرتد ہونے کے بعد سے برابر اپنی اسلام دشمن سرگرمیوں میں مصروف رہا، سجاح سے ساز باز کر کے بنو تمیم میں جو مسلمان تھے ان کو قتل کرایا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام باندی بنوایا۔ پھر حضرت خالد بطاح پہنچے تو وکیع۔ سماعہ۔ قیس بن عاصم اور دوسرے امرائے بنو تمیم کی طرح مالک نے حضرت خالد کو خیر مقدم نہیں کہا۔ اس کے بعد جب پکڑا ہوا آیا تو حضرت خالد کی بار بار تنبیہہ کے باوجود اس نے زکوٰۃ کے ادا کرنے کی ہامی نہیں بھری اور گفتگو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر "صاحبکم" کہتا رہا اور حضرت خالد کے یاد دلانے پر بھی اس کا اقرار نہیں کیا کہ حضور خود اس کے بھی صاحب ہیں۔ یہ سب کچھ ذہن میں رکھنے کے بعد یہ بھی دیکھو کہ حضرت خالد کے لئے بارگاہِ خلافت کی طرف سے احکام وہدایات کیا تھے؟ ان حالات میں اگر حضرت خالد نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا تو بتاؤ بے جا کیا یا بجا؟ ایک مسلمان کو قتل کیا یا ایک انتہادرجہ سرکش۔ باغی اور فتنہ انگیز مرتد کو! حضرت ابوبکر کے منشا اور مقصد کے خلاف کیا یا عین اُس کے مطابق؟ بلکہ ایک روایت میں تو یہاں تک ہے کہ

وعزم علیہ لیقتلن مالکاً ان اخذہ[1]

حضرت ابوبکر نے حضرت خالد سے قسم لی کہ اگر مالک ان کے ہاتھ پڑ جائے گا تو وہ اس کو قتل کر دیں گے۔

اب تک ہم نے جو کچھ لکھا ہے اُس سے مالک بن نویرہ کے قتل کی نوعیت بالکل صاف اور واضح ہو جاتی ہے اب ہم کو اس شہادت کا بھی جائزہ لینا چاہیے جو مالک بن نویرہ کے اسلام سے متعلق ہے۔

مالک بن نویرہ کے اسلام کی شہادت یہ عجیب بات ہے کہ جو گروہ مالک بن نویرہ کو گرفتار کر کے لایا تھا

---

[1] خزانۃ الادب ج ۱ ص ۲۷۳۔ خاص حضرت خالد اور مالک بن نویرہ کے واقعہ پر ابو ریاش احمد بن ابی ہاشم الیقینی نے ایک رسالہ لکھا تھا شیخ عبدالقادر بن عمر البغدادی نے اس رسالہ کے اقتباسات نقل کئے ہیں۔ یہ فقرہ اسی اقتباس میں ہے۔

اس میں اگرچہ کافی لوگ ہوں گے۔ لیکن مالک بن نویرہ کے اسلام کی شہادت صرف دو شخصوں سے ہی مروی ہے ایک متمم بن نویرہ اور دوسرے ابو قتادہ انصاری۔ اول الذکر مالک بن نویرہ کے بھائی ہیں اور بھائی بھی کیسے؟ ان کے جو اشعار مالک کی مدح میں ادب کی کتابوں میں مذکور ہیں ان سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ متمم کو اپنے بھائی کے ساتھ کس درجہ عقیدت وارادت اور محبت تھی۔ اب رہے ابو قتادہ انصاری تو اس میں شبہ نہیں کہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں لیکن اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل دو باتیں لائق غور ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ حضرت ابو قتادہ نے جو شہادت دی ہے اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ مالک بن نویرہ نے اذان دی اور نماز پڑھی۔ لیکن ادائے زکوٰۃ کا کہیں پر کوئی ذکر نہیں ہے[۱]۔ حالانکہ مالک بن نویرہ سے جو جنگ تھی وہ اسی پر تھی پس محض اقامتِ اذان وصلوٰۃ کی شہادت سے اس کا اسلام اور نوبہ عن الارتداد کیوں کر ثابت ہو سکتے ہیں۔

(۲) حضرت خالد بزاخہ سے جب بعزمِ بطاح روانہ ہونے لگے تھے تو انصار نے اسی وقت اعتراض کیا تھا اور انھوں نے حضرت خالد کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ بعد میں جب ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ کئی منزل دور جا کر حضرت خالد سے ملے[۲]۔ پس جب انصار کے تعلقات حضرت خالد کے ساتھ پہلے سے ہی خوش گوار نہیں تھے تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان حالات میں حضرت خالد کے خلاف ایک انصاری کا بیان قانونِ شہادت کی رو سے کیا وزن رکھ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ابو قتادہ انصاری نے مدینہ پہونچ کر حضرت ابو بکر سے خالد بن الولید کی شکایت کی اور پورا واقعہ بیان کیا تو حضرت ابو بکر نے اس کو چنداں اہمیت نہیں دی۔ بلکہ بعض روایتوں میں تو یہ بھی ہے کہ آپ ابو قتادہ پر خفا ہوئے۔

بہرحال واقعات کی ترتیب اور مالک کے اسلام سے متعلق شہادت کی یہ خامی اور تشنگی ان کی روشنی میں صاف نظر آتا ہے کہ اگر مالک درحقیقت مسلمان ہو بھی گیا تھا تو اب یہ معاملہ اس کے اور خدا کے درمیان ہے۔ وہاں بے شبہ اس کو اجر ملے گا۔ لیکن جہاں تک دلائل اور شواہد کا تعلق ہے حضرت خالد

---

[۱] دیکھو البدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۳۲۲ والاصابہ ج ۳ ص ۳۳۷ [۲] تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۷۲

اس کے قتل کرنے میں بالکل حق بجانب ہیں اور ان پر قتلِ مسلم عمداً یا خطاءً کا کوئی الزام ہرگز عائد نہیں ہوتا۔

ام تمیم کے ساتھ نکاح اور اس کی حقیقت اس بحث کے طے ہو جانے کے بعد اب ہم کو واقعہ کے دوسرے اہم جز یعنی ام تمیم کے ساتھ نکاح کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

واقعۂ زیر بحث میں مالک بن نویرہ کے ساتھ اور بھی اس کے ساتھی مارے گئے تھے اور سب کا معاملہ ایک ہی تھا لیکن اس کے باوجود حضرت خالد کے خلاف جو شورش بپا ہوئی اس کی بنیاد مالک بن نویرہ کا ہی قتل تھا آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مالک بن نویرہ کا بھائی متمم بن نویرہ اپنے زمانہ کا نامور شاعر تھا۔ اس نے اپنے بھائی کے مراثی اس سوز و درد کے ساتھ لکھے کہ انھوں نے آگ لگا دی۔ بچہ بچہ کی زبان پر پہنچ گئے یہاں تک کہ خود حضرت عمر نے فرمایا کہ میں اگر شعر کہہ سکتا تو متمم کی طرح میں بھی اپنے بھائی زید کا مرثیہ کہتا حضرت عائشہ نے اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کو یاد کر کے جو شعر پڑھے ہیں اور جو صحیح بخاری میں مذکور ہیں وہ بھی وہی ہیں جو متمم نے مالک کے مرثیہ میں کہے تھے ..... لیکن متمم کی شاعری اور مرثیہ گوئی سے بھی بڑھ کر بڑی وجہ حضرت خالد کا ام تمیم سے جس کے حسن و جمال پر سب کا اتفاق ہے۔ عقد نکاح کر لینا ہے۔

جہاں تک پہلی وجہ کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ یہ شعر کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ ان کی ذمہ داری حضرت خالد پر کیوں کر عائد ہو سکتی ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا۔ جنوں کا خرد		جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

رہی دوسری وجہ! تو یہ غلط ہے کہ حضرت خالد نے مالک جس دن قتل ہوا ہے اسی روز نکاح کیا ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ چونکہ مالک مرتد قتل ہوا تھا اس لئے اس کی بیوی کو حضرت خالد نے پہلے باندی بنایا پھر اُس کو خریدا۔ اور اس کے بعد آزاد کر کے اس سے نکاح کیا۔ چنانچہ ابن شاکر۔ محمد بن عمر الواقدی اور ابو زید وثیمہ بن الوشاء کے حوالہ سے لکھتے ہیں

قیل انہ اشتراھا من الفیٔ وتزوج بھا وقیل انھا اعتدت بثلاث		کہتے ہیں کہ خالد نے ام تمیم کو مال غنیمت میں سے خریدا تھا اور پھر اُن کے ساتھ نکاح کر لیا تھا۔

حیض ثم خطبھا الیٰ نفسہ فاجابتہ[۱] — بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ام تمیم نے عدت پوری کی تھی اس کے بعد خالد نے ان کو پیغام نکاح دیا تو انھوں نے قبول کرلیا۔

اسی سے ملتی جلتی طبری میں بھی ایک روایت ہے جس سے قتلِ مالک کے بعد فوراً نکاح کرنے کی تردید ہوتی ہے۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں

وتزوج خالدُ ام تمیم ابنۃ المنھال وترکھا لینقضی طھرھا[۲] — اور خالد نے ام تمیم سے شادی کی اور اُس کو اُس کے طہر کے پورا ہونے تک کے لئے اُس کو چھوڑ دیا

ان روایات کے پیشِ نظر ہمارا قیاس یہ ہے کہ صورت یہ پیش آئی ہوگی کہ پہلے حضرت خالد ام تمیم کو باندی کی حیثیت سے اپنے تصرف میں لائے ہوں گے اور بعد میں جب اُس نے اسلام قبول کرلیا ہوگا تو آزاد کرکے اُس سے نکاح کرلیا ہوگا۔ اُڑانے والوں نے جب مالک بن نویرہ کے اسلام کا چرچا کیا تو چوں کہ اب اُس کی بیوہ باندی بن نہیں سکتی تھی اس بنا پر اُس کے ساتھ حضرت خالد کی تسری کو انھوں نے "تزوج" سے تعبیر کردیا اور اب صورت یہ بن گئی کہ "حضرت خالد نے قتلِ مالک کے فوراً بعد نکاح کیا"۔ حالانکہ یہی ابو قتادہ انصاری ہیں جو اس خبر کے سب سے بڑے ذمہ دار راوی ہیں جب ان سے دریافت کیا گیا کہ "کیا آپ کی موجودگی میں نکاح ہوا تھا"، تو انھوں نے صاف اس سے انکار کیا۔[۳]

اب یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں:-

(۱) اگر درحقیقت واقعہ کی صورت یہی ہے تو حضرت خالد نے بغیر اذنِ خلیفہ کے سبایا (گرفتار شدگان جنگ) میں کیوں کر تصرف کیا۔ انھیں اس کا حق کہاں تھا؟

(۲) حضرت عمر فاروق نے حضرت ابو بکر سے یہ کیوں مطالبہ کیا کہ وہ خالد کو رجم کریں۔

پہلے سوال کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے حضرت خالد نے درپردہ حضرت ابو بکر سے اس

---

[۱] فوات الوفیات ج ۲ ص ۶۲۵ - ۶۲۸ [۲] طبری ج ۲ ص ۵۰۲ [۳] فوات الوفیات ج ۲ ص ۶۲۷

کی اجازت لے رکھی ہو۔ یا ممکن ہے کہ انھوں نے بامید منظوری خلافت ایسا کیا ہو اور جنگ کے موقع پر بسا اوقات ایسا ہوتا ہی ہے۔

علاوہ بریں ہم ذیل میں ایک روایت پیش کرتے ہیں جس سے اس قسم کے معاملات میں بیک وقت حضرت خالدؓ اور حضرت عمر فاروقؓ دونوں کے نقطۂ نظر اور عمل و کردار کا فرق ظاہر ہوگا اور اس سے مذکورۂ بالا دونوں سوالات کا جواب مل جائے گا۔

خلافت فاروقی کے زمانہ میں حضرت خالدؓ نے بنو اسد کی طرف ایک سریہ روانہ کیا جو ضرارؓ ابن الازور کی ماتحتی میں تھا۔ اس سریہ نے ایک عورت گرفتار کی۔ ضرارؓ نے ارکان سریہ سے درخواست کی کہ وہ عورت ان کو دے دیں ان لوگوں نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔ اور ضرار اس عورت کو اپنے تصرف میں لے آئے۔ لیکن چونکہ ضرارؓ نے یہ حرکت بغیر حضرت عمرؓ کی اجازت کے کی تھی اس لئے ان کو بعد میں ندامت ہوئی اور انھوں نے حضرت خالدؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو انھوں نے کہا "نہیں اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے"، لیکن ضرارؓ نے اصرار کیا کہ اس بارہ میں حضرت عمر فاروقؓ کو لکھ کر باقاعدہ اجازت حاصل کر لیں اب حضرت خالدؓ نے اس اصرار کے مطابق عمل کیا تو حضرت عمر فاروقؓ کو سخت غصہ آیا اور انھوں نے حکم بھیجا کہ ضرار کو رجم کر دیا جائے اتفاق یہ ہوا کہ حکم فاروقی پہنچنے سے پہلے ہی ضرارؓ کا انتقال ہو گیا۔ جب حضرت خالدؓ کو یہ حکم ملا تو بولے "ماکان اللہ لیخزی ضرارا"۔ اللہ نہیں چاہتا تھا کہ ضرار رسوا ہوں۔"[1]

پس جس طرح اس روایت کے مطابق حضرت خالدؓ نے مسلمانوں کی اجازت سے ضرار کے فعل کو جائز قرار دیا اسی طرح وہ اپنے معاملہ میں بھی ام تمیم میں تصرف کو جائز سمجھتے تھے۔ لیکن جس طرح حضرت عمر فاروقؓ بغیر اذن خلیفہ کے ضرار کے فعل کو حرام اور اس بنا پر اس کو مستحق رجم سمجھتے تھے اسی طرح ام تمیم کے معاملہ میں بھی وہ حضرت خالدؓ کے عمل کو حرام اور ان کو مستحق رجم قرار دیتے تھے لیکن ظاہر ہے ام تمیم کے معاملہ میں تو حضرت ابو بکرؓ خلیفہ تھے اس بنا پر اگر وہ خالدؓ کے تصرف

[1] الاصابہ ج ۲ ص ۲۰۰ تذکرۂ ضرار بن الازور

کو جائز قرار دیں تو پھر حضرت عمر کا مطالبۂ رجم خالد قطعاً بے بنیاد ہو جاتا ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کے مطالبہ کو رد کر دیا۔

حضرت ابوبکر کا دیت ادا کرنا جہاں تک مالک بن نویرہ کے نفس واقعہ اور حضرت خالد کے ام تمیم کے ساتھ نکاح کا تعلق ہے مسئلہ بالکل صاف اور واضح ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی غل وغش باقی نہیں رہتا البتہ ایک ضمنی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مالک بن نویرہ کے قتل کرنے میں حضرت خالد حق بجانب تھے اور اسی بنا پر حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کے شدید اصرار کے باوجود حضرت خالد کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی تو پھر آخر صدیق اکبر نے متمم بن نویرہ کو خوں بہا کیوں ادا کیا ؟

جواب یہ ہے کہ اگرچہ حضرت ابوبکر کی رائے میں حضرت خالد نے نہ کسی ناجائز فعل کا ارتکاب کیا تھا اور نہ انھوں نے اپنی حد سے آگے قدم رکھا تھا۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ حضرت ابوبکر کو بھی اس واقعہ کا ملال اس لیے ضرور تھا کہ اگر حضرت خالد مالک بن نویرہ اور اُس کے ساتھیوں کو قتل کرنے کے بجائے مدینہ بھیج دیتے تو جس طرح جنگ بزاخہ کے قیدی قرۃ بن ھبیرۃ اور عیینۃ بن حصن الفزاری وغیرہما مدینہ آکر مسلمان اور اپنے ارتداد سے تائب ہو گئے تھے اسی طرح اغلب کیا یقین تھا کہ مالک اور اس کے ساتھی بھی مسلمانوں کی طاقت وقوت اور عفو وحلم صدیقی کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے، ایک طرف حضرت ابوبکر صدیق کا یہ ذاتی احساس وتاثر تھا اور دوسری جانب متمم بن نویرہ جو مسلمان تھا اس کی دل جوئی بھی ضروری تھی اس بنا پر حضرت ابوبکر نے بہ طور تالیفِ قلب نہ کہ بطور سزا۔ خون بہا ادا کیا اور یہی وجہ ہے کہ یہ خون بہا خالد بن الولید سے نہیں دلوایا بلکہ آپ نے خود بیت المال سے ادا کیا۔ جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ فعل صرف حکومت کی سیاسی مصلحت بینی کا نتیجہ تھا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ صدیق اکبر جن کی فطرت اور طبیعت ہی اتباع وپیروی اسوۂ نبوی بن گئی تھی انھوں نے اس موقع پر وہی کیا جو اسی نوع کے ایک موقع پر اس سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کر چکے تھے۔ یعنی بنو جذیمہ کے چند افراد کے قتل پر جب حضرت خالد کے خلاف احتجاج ہوا

توآپ نے اپنے ذاتی ملال وحزن کے باوجود ایک طرف تو یہ کیا کہ حضرت خالدؓ کو اُن کے منصب سے الگ نہیں کیا اور دوسری جانب حضرت علیؓ کی معرفت بنو جذیمہ کو نصف خوں بہا ادا کیا۔ لیکن یہ خوں بہا صرف ورثائے مقتولین کی دل جوئی اور ان کی تسلی وتشفی کی خاطر تھا۔ چنانچہ حضرتنا الاستاذ مولانا السید محمد انور شاہ الکشمیری فرماتے ہیں۔

وھذا عندی محمول علی نحو مصلحۃ فانھم وان لم یطالبوہ لشیئ لکنہ لم یرض ان یھدر دمھم[1]	اور یہ خوں بہا ادا کرنا میری رائے میں ایک طرح کی مصالحت پر مبنی تھا۔ کیوں کہ بنو جذیمہ نے اگرچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا تھا لیکن با ایں ہمہ آپ نے پسند نہیں کیا کہ مقتولین کا خون رائگاں جائے۔

حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کا اختلاف

اب صرف ایک بات باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ آخر حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ میں اس معاملہ میں اس قدر شدید اختلاف کیوں ہوا؟ تو ایک وہ شخص جس نے عہدِ نبوت اور اس کے بعد عہدِ خلافت صدیقی کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ دونوں بزرگوں کا یہ کوئی پہلا اختلاف نہیں تھا۔ صلح حدیبیہ۔ غزوۂ بدر۔ غزوۂ احد اور پھر عین وفاتِ نبوی کے وقت۔ اس کے بعد جیشِ اسامہ کی روانگی اور مانعینِ زکوٰۃ سے قتال کے مواقع پر بھی اسی نوع کے اختلافات ہو چکے تھے۔ لیکن ان اختلافات کا نتیجہ کیا ہوا؟ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی رائے سے رجوع کیا اور صدیق اکبرؓ کی اصابتِ رائے۔ حسنِ تدبیر اور سنجیدگی فکر کی داد دی، چنانچہ معاملۂ زیر بحث میں بھی ایسا ہی ہوا بعد میں اسی واقعہ کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ نے اعتراف کیا کہ

رحم اللہ ابا بکر ھو کان اعلم منی بالرجال	اللہ ابوبکر پر رحم کرے۔ وہ میری بہ نسبت زیادہ مردم شناس تھے۔

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں متمم بن نویرہ نے پھر حضرت خالدؓ سے قصاص کا مطالبہ کیا

[1] فیض الباری ج ۴ ص ۱۱۷

تو آپ نے اس کو رد کر دیا اور فرمایا

لا اردّ شیئاً صنعہ ابوبکر[1] — ابوبکر جو کچھ کر چکے ہیں میں اس کو رد نہیں کروں گا

اصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے مزاج میں اول تو یوں ہی تشدد پسندی بہت زیادہ تھی اور پھر اس وقت تک اُن پر خلافت و حکومت کی براہِ راست ذمہ داری کا بارِ گراں نہیں پڑا تھا اس لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نظرِ دقیقہ رس حکومت و سیاست کے جن باریک نکات پر رہتی تھی حضرت عمرؓ سے اس کی توقع نہیں ہو سکتی، لیکن جب خود حضرت عمرؓ اس بوجھ کے متحمل ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ کی پیش گوئی کے مطابق جو آپ نے وفات کے وقت حضرت عمرؓ کے لئے اپنی نیابت و قائم مقامی کی سفارش و نامزدگی کرتے ہوئے کی تھی۔ خلیفۂ دوم میں بھی وہی اعتدالِ مزاج اور سنجیدگیِ طبع پیدا ہو گئی جو اس منصبِ عظیم کے لئے ضروری تھی۔

اب غور کرو واقعۂ مالک بن نویرہ کی اصل حقیقت کیا تھی؟ اور ہمارے مورخین کی بے توجہی کے باعث وہ کیا سے کیا بنی رہی۔

اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

---

[1] خزانۃ الادب جلد ا ص ۲۳۸

العلم والعلماء

یہ جلیل القدر امام حدیث علامہ ابن عبدالبر کی شہرۂ آفاق کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" کا نہایت صاف اور شگفتہ ترجمہ ہے۔ مترجم کتاب مولانا عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی اس دور کے بے مثال ادیب اور مترجم سمجھے جاتے ہیں۔ موصوف نے یہ ترجمہ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے ارشاد کی تعمیل میں کیا تھا جو ندوۃ المصنفین سے شائع کیا گیا ہے۔ علم اور فضیلت علم کے بیان، اہل علم کی عظمت اور ان کی ذمہ داریوں کی تفصیل پر خالص محدثانہ نقطۂ نظر سے آج تک کوئی کتاب اس مرتبہ کی شائع نہیں ہوئی اس کتاب کی ایک ایک سطر سونے کے پانی سے لکھنے کے لائق ہے۔ ایک زبردست محدث کی کتاب اور ملیح آبادی صاحب کا ترجمہ، موعظتوں اور نصیحتوں کے اس عظیم الشان دفتر کو ایک دفعہ ضرور پڑھئے۔ صفحات ۴۰۰ بڑی تقطیع قیمت چار روپے آٹھ آنے، مجلد پانچ روپے آٹھ آنے۔